بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کم عمری کی شادی۔شرعی نقطہ نظر

منور سلطان ندوی

(رفیق مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء

واستاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اسلامی شریعت میں شادی کے لئے کم سے کم عمر کیا طے کی گئی ؟اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ دیکھنا مناسب ہے کہ شریعت میں نکاح کی حیثیت کیا ہے؟اوراس کے مقاصد کیا ہیں؟

نکاح کی تعریف

عام طور پر فقہاء نے نکاح کو زوجین کے درمیان ایک عقد قرار دیا ہے،علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

عقد بین الزوجین یحل به الوطء۔(نیل الاوطار،ج٦،ص:١٠٤)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

هو عقد یفید ملك المتعة ای حل استمتاع الرجل من امراة لم یمنع من نکاحها مانع شرعی ۔(ردالمحتارج٣،ص:٤)

چاروں ائمہ فقہ سے اسی طرح کی عبارتیں منقول ہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے:الموسوعۃ الفقہیۃ ،ج٤١،ص:٢٠٥)

دور حاضر میں مختلف مسلم ممالک کے علماء نے پرسنل لا کے موضوعات کو قانونی انداز میں پیش کرنے کی کوششیں کی ہیں،ان مصنفین نے نکاح کی تعریف کو مزید واضح کیا ہے،شیخ عبدالوہاب خلاف مصری لکھتے ہیں:

هو عقد یفید حل استماع کل واحد من الزوجین بالآخر علی وجه المشروع ویجعل لکل منهما حقوقا قبل صاحبه وواجبات علیه۔(احکام الاحوال الشخصیة فی الشریعة الاسلامیة،ص:١٣)

امام ابوزہرہ مصری نے نکاح کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

انه عقد یفید حل العشرة بین الرجل والمراة وتعاونهما ویحدد مالکیهما من حقوق وما علیه من واجبات۔(الاحوال الشخصیة،از امام ابوزهره مصری،ص:١٧)

نکاح کے مقاصد

نکاح کو اللہ تعالی نے انسانی معاشرہ کی بھلائی کے لئے مشروع فرمایا ہے،یہ ایک ایسا نظام الٰہی ہے جس میں فرد اور معاشرہ دونوں سے متعلق بہت سے مصالح پوشیدہ ہیں،قرآن کریم کی متعدد آیات میں نکاح کے مقاصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،اس سلسلہ کی چند آیات اس طرح ہیں:

١۔ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة ان فی ذلك لآیات لقوم یتفکرون۔(سوره روم:٢١)

٢۔والله جعل لکم من انفسکم ازواجا۔(سوره نحل:٧٢)

اس دونوں آیات میں میاں بیوی دونوں کو لفظ ''زوج'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اس میں دونوں کی حیثیت اور دونوں کے حقوق وفرائض کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔وأحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوابامو الکم محصنین غیرمسافحین۔(سورہ نساء:۲٤)

نکاح عفت وعصمت کا ذریعہ ہے، اور زنا سے بچنے کی بہترین تدبیر ہے۔ اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا: فانہ اغض للبصرواحصن للفرج۔(صحیح مسلم، کتاب النکاح)

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے نکاح کے مقاصد بیان کیے ہیں، اسی طرح محدثین نے احادیث کی تشریح میں اور فقہاء نے فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے نکاح کے مصالح پر گفتگو کی ہے، یہاں بطور نمونہ فقہاء کی چند عبارتیں پیش کی جاتی ہیں:

امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

ثم یتعلق بهذا العقد انواع من المصالح الدینیةوالدنیویة من ذلك حفظ النساء والقیام علیهن والانفاق ومن ذلك صیانة النفس عن الزنا ومن ذلك تكثیر عبادالله تعالى وامة الرسول وتحقیق مباهات الرسول ۔(المبسوط ج٤،ص:١٩٢)

شافعی فقیہ زکریا بن محمد زکریا انصاریؒ لکھتے ہیں:

قال الاطباء:ومقاصد النكاح ثلاثة:حفظ النسل،واخراج الماء الذى یضراحتباسه بالبدن ونیل اللذة وهذه الثالثة هى التى فى الجنة اذ لا تناسل هناك ولااحتباس۔(اسنى المطالب،ج٣،ص:٩٨)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کے شارح علامہ بابرتیؒ لکھتے ہیں:

وما اتفق من حكم من احكام الشرع مثل مااتفق فى النكاح من اجتماع دواعى الشرع والعقل والطبع فاما دواعى الشرع من الكتاب والسنة والاجماع فظاهرة واما دواعى العقل فان كل عاقل یحب ان یبقى اسمه ولاینمحى رسمه وما ذلك غالبا الا ببقاء النسل واما دواعى الطبع فان الطبع البهیمى من الذكروالانثى یدعوا الى تحقیق ما اعد من المباضعات الشهوانیة والمضاجعات النفسانیة ولا مزجرة فیها اذا كانت بامر الشرع وان كانت بدواعى الطبع بل یؤجرعلیه۔(العنایة شرح العنایة على هوامش فتح القدیر،ج٣،ص:١٨٥)

شیخ عبدالوہاب خلاف مصری نے نکاح کے مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ان کی تحریر کا خلاصہ اس طرح ہے:

۱۔نسل انسانی کی بقاء اس انداز میں جس انداز میں اللہ تعالی نے اس انسانی نسل کو باقی رکھنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

کامل طریقہ سے نسل انسانی کی بقاء کی دو جہتیں ہیں:

اول: نکاح کا یہ نظام ایک سے زیادہ مرد کو ایک عورت سے رشتہ جوڑنے سے روکے گا، اس طرح باہم ظلم وزیادتی کا سلسلہ وجود میں نہیں آئے گا جو اس نظام کے نہ ہونے سے وجود میں آتا۔

دوم: نسب کی حفاظت ہوگی، اور ہر جوڑے کے بچوں کو باپ کی شکل میں ایسا گارجین ملے گا جو ان کی کفالت، پرورش کا ذمہ دار ہوگا، اور ان کو تحفظ فراہم کرے گا۔

۲۔زوجین کے درمیان رشتہ کی نوعیت کی تحدید اور دونوں میں سے ہر ایک کے حقوق اور ذمہ داریوں کی تعیین

۳۔نفس کی پاکدامنی اور حلال طریقہ پر جنسی خواہش کی تکمیل، اور عفت وعصمت کو پامال کرنے پر روک۔(احکام الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۱۵)

امام ابوزہری مصری نے نکاح کے مقاصد میں مزید نفسیاتی، معاشرتی اور دینی پہلوؤں کا اضافہ کیا ہے، ان کی تحریر کا خلاصہ اس طرح ہے:

۱۔نکاح خاندان کی ایک مضبوط بنیاد واساس ہے، جہاں دینی تقدس کے ساتھ حقوق وواجبات متعین ہیں، جو یہ احساس دلاتا ہے کہ نکاح کے ذریعہ اس کی انسانیت بلند ہورہی ہے، یہ ایک ایسا روحانی رشتہ ہے جو انسان کو حیوانیت سے اٹھاتا ہے، یہ روحانی اور نفسیاتی رشتہ موت ورحمت کی شکل میں ہے جو نکاح کا مقصود ہے۔

۲۔شادی خاندان کی بنیاد واساس ہے، اور خاندان سے ہی معاشرہ تشکیل پاتا ہے، انسان کو سماجی جانور کہا جاتا ہے، وہ سماج میں ہی رہ سکتا ہے، اور اس سماج کی پہلی اینٹ خاندان ہے، یہ ایسی اکائی ہے جہاں انسان حقوق وفرائض سے آشنا ہوتا ہے، اخوت وبھائی چارہ کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، ایثار وہمدرری کے جڑیں گہری ہوتی ہیں، الغرض مضبوط معاشرہ کے لئے مضبوط خاندان ضروری ہے۔

۳۔نوع انسانی کی حفاظت مستقل ترقی پذیر ہے، اور یہ نکاح سے ہی ممکن ہے، محض تعلق واعتماد کی بنیاد پر نوع انسانی کو ختم ہونے سے نہیں بچا سکتا، اس لئے جن قوموں میں شادی کا تناسب کم ہے وہاں بچوں کی شرح بھی کم ہوتی ہے، اور سال بہ سال ان کے افراد کی تعداد کم ہوتی رہتی ہے، اس کے مقابلہ میں جن قوموں میں شادی کا رجحان زیادہ ہوتا ہے ان کی تعداد مسلسل بڑھتی رہتی ہے، اورہمیں رسول اللہ ﷺ نے نسل میں اضافہ کے لئے شادی کی ترغیب دی ہے۔

۴۔شادی مرد وعورت دونوں کے لئے حقیقی راحت کا ذریعہ ہے، عورت کو شادی کے نتیجہ میں شوہر ملتا ہے جو ان کی ذمہ داری کو اٹھاتا ہے، اس طرح عورت کمانے سے بےفکر ہوکر گھر اور بچوں کی پرورش کے لئے یکسو ہوجاتی ہے، یہی کام عورت کی طبیعت کے موافق ہے، اور جو چیز انسان کی طبیعت کے مطابق ہو وہی حقیقی راحت ہے، گرچہ بظاہر اس میں پریشانی ہے، اسی طرح مرد دن بھر کی محنت ومشقت کے بعد گھر پہونچ کر سکون پاتا ہے، اس تناظر میں اگر شادی کا نظام نہ ہوتا تو وہ ایسی دنیا میں ہوتا جہاں نہ ٹھکانہ ہوتا نہ سکون۔(ملخص از الاحوال الشخصیۃ، مصنف: امام ابوزہرہ مصری، ص:۲۰)

ان تفصیلات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نکاح دو افراد کے درمیان عقد ضرور ہے، مگر یہ ایسا عمل ہے جس سے دو خاندان جڑتے ہیں، اور آئندہ ایک نیا خاندان وجود میں آتا ہے، اس تناظر میں نکاح جیسے عظیم عمل کا اختیار تنہا دو ایسے بچوں کے حوالہ کردینا جنہوں نے ابھی ماہ وسال کے اعتبار سے بلوغ کی عمر کی ہے، کسی بھی طرح مناسب نہیں ہوگا۔

نکاح کی ذمہ داری کس پر؟

بالغ بچے اپنا نکاح خود کرسکتے ہیں، البتہ نکاح کرانے کی ذمہ داری والدین یا گارجین کے سپرد کی گئی ہے، شریعت نے اولیاء یعنی بچوں کے گارجین کو یہ ذمہ داری دی ہے کہ وہ بچوں کی پرورش اور تربیت کے ساتھ ان کا نکاح بھی کرائیں، قرآن کریم اور احادیث میں اس کے واضح اشارے موجود ہیں: سورہ نور میں ہے:

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم(سورہ نور:۳۲)

فانکحوھن باذن اھلھن۔(سورہ نساء:۲۵)

والدین پر اولاد کے جو حقوق واجب ہیں ان میں ایک سن بلوغ کو پہونچنے کے بعد ان کا نکاح کرانا بھی ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من ولد لہ ولد فیلحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فما اصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ۔(شعب الایمان للبیھقی، باب حقوق الاولاد)

ائمہ فقہ میں امام احمد بن حنبل اس بات کے قائل ہیں کہ والد پر نکاح کرانا واجب ہے، جس طرح ان پر نفقہ واجب ہے، فقہ حنبلی کی کتاب الانصاف میں ہے:

یجب علی الرجل اعفاف من وجبت نفقتہ علیہ من الآباء والاجداد والابناء وابنائھم وغیرھم ممن تجب علیہ نفقتھم وھذا

الصحیح من المذهب۔(الانصاف ،ج ٢٤،ص: ٤٢٠)

شادی کی کم سے کم عمر۔اسلامی نقطہ نظر

شریعت میں نکاح کی عمر متعین نہیں ہے،قرآن اوراحادیث میں نکاح کے لئے مطلوبہ عمر کے بارے میں صراحتا کوئی حتمی رائے مذکورنہیں ہے،کتاب وسنت میں متعددایسے اشارے موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ سن بلوغ کی عمر سے پہلے نکاح ہوسکتا ہے،وہیں اس بات کے بھی اشارے موجود ہیں کہ سن بلوغ کے بعدنکاح ہونا چاہئے۔

سن بلوغ کے بعدنکاح کرنے سے متعلق نصوص

شریعت میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ جب بچے سن بلوغ کو پہونچ جائیں توان کا نکاح جلدازجلد کرادینا چاہیے،تاکہ وہ گناہ میں مبتلانہ ہو،قرآن کریم میں غیرشادی شدہ بالغ لڑکوں اورلڑکیوں کے نکاح کاحکم دیا گیاہے،سورہ نساء میں ہے کہ یتیموں کوآزماؤ،جب وہ نکاح کوپہونچ جائیں اورتم ان میں ہوش مندی محسوس کروتوان کامال ان کےحوالہ کردو:

١۔وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغواالنکاح فان آنستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم۔(سوره نساء:٦)

۲۔رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کومخاطب کرتے ہوئے نکاح سے متعلق یہ بات ارشادفرمائی:

یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصرواحصن للفرج۔(صحیح مسلم،کتاب النکاح)

۳۔اسی طرح والدین پراولاد کے جوحقوق واجب ہیں ان میں ایک سن بلوغ کوپہونچنے کے بعدان کا نکاح کرانا بھی ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من ولد له ولد فلیحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فما اصاب اثما فانما اثمه علی ابیه۔(شعب الایمان للبیهقی ،باب فی حقوق الاولاد)

عن عمربن الخطاب وانس بن مالك عن رسول الله ﷺ قال :فی التوراة مکتوب من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثما فثم ذلك علیه۔(شعب الایمان باب فی حقوق الاولاد،حدیث نمبر:٨٦٦٩)

۴۔اسلام میں لڑکے اورلڑکیوں کورشتہ کے انتخاب کی آزادی دی گئی ہے،اوراس سلسلہ میں لڑکوں کی طرح لڑکیوں کوبھی فیصلہ کرنے کااختیاردیا گیا ہے،اس اختیارکاتقاضہ یہی ہے کہ بالغ ہونے کے بعدنکاح کاعمل ہو،کیونکہ سن بلوغ کوپہونچنے کے بعدہی وہ اس اختیارکواستعمال کرنے کے اہل ہوں گے۔

۵۔رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح عمر بلوغ کے بعدہی فرمایاہے،اس سے بھی معلوم ہوتاہے کہ نکاح بالغ ہونے کے بعدہونا چاہیے۔

٦۔فقہاء میں ابن شبرمہ،ابوبکراصم اورعثمان البتی کی رائے یہی ہے کہ صغیراورصغیرہ کا نکاح کروانا جائزنہیں ہے،یہ حضرات سورہ نساء کی مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

ب۔ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ باپ اوردادا کوولایت کاجوحق دیاگیاہے وہ حاجت کی بنیادپرہے،اورکم سن بچوں کوشادی کی ضرورت نہیں ہے۔

ج۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا نکاح چھ سال میں ہوا،یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

د۔صغیرپرنکاح کی ولایت نہیں ہوتی ہے،کیونکہ عقدنکاح صغرکے متنافی ہے۔

۷۔مصرکے عائلی قوانین میں کم سنی کی شادی کے تعلق سے قانون سازی کرنے میں ان فقہاء کی رائے سے استدلال کرتے ہوئے نکاح کی عمرسن

بلوغ طے کیا گیا ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے:الاحوال الشخصیۃ،از امام ابوزہرہ مصری،ص:۱۰۹)

۷۔ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ لڑکے کا نکاح بلوغ سے قبل جائز نہیں ہے،البتہ لڑکی کا نکاح بلوغ سے قبل جائز ہے۔

ابن حزم کی دلیل یہ ہے کہ احادیث اور آثار جو کم سن کے نکاح کی اجازت کے سلسلہ میں وارد ہیں وہ صغیرہ یعنی لڑکی سے متعلق ہیں،لڑکوں سے متعلق نہیں ہے۔(محلی ابن حزم،ج۹،ص:۴۶۰،تفصیل کے لئے دیکھئے:احکام الزواج فی الفقہ الاسلامی و ماعلیہ العمل فی دولۃ الامارات العربیۃ المتحدۃ،از عبدالرحمٰن الصابونی،ص:۲۱۵،الموسوعۃ الفقہیۃ،ج۹،ص:۶۶۸۲)

سن بلوغ سے قبل نکاح کی اجازت سے متعلق نصوص

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ بلوغت کی عمر سے قبل نکاح کرنا جائز ہے،ائمہ اربعہ سے یہی منقول ہے،(المبسوط،ج۴،ص:۱۹۰،المغنی،ج۹،ص:۴۰۲،مغنی المحتاج،ج۳،ص:۱۶۸)اکثر علماء نے اس رائے پر اجماع بھی نقل کیا ہے،جمہور علماء کے دلائل اس طرح ہیں:

۱۔واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن۔(سورہ طلاق:۴)

اس آیت میں مطلقہ صغیرہ کی عدت کا ذکر ہے جن کو ابھی ناپاکی کا سلسلہ شروع نہیں ہوا ہے۔اس آیت کے شان نزول کے بارے میں روح المعانی کا مطالعہ مفید ہوگا۔

۲۔عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ ﷺ تزوجھا وھی بنت ست وبنی بھا وھی بنت تسع۔(صحیح مسلم،باب تزویج الاب البکر الصغیرۃ،حدیث نمبر:۱۴۲۲)

۳۔عن الحسن قال:قال رسول اللہ ﷺ اذا انکح الرجل ابنہ وھو کارہ فلیس بنکاح واذا زوجہ وھو صغیر جاز نکاحہ۔(مصنف ابن ابی شیبہ،باب فی رجل یزوج ابنہ وھو صغیر)

۴۔مشہور محدث ابن ابی شیبہ نے اپنے مجموعہ المصنف میں اور محدث عبدالرزاق نے اپنی المصنف میں متعدد صحابہ کا عمل نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کی شادی سن بلوغ سے پہلے کی تھی۔(حوالہ سابق)

۵۔علامہ ابن منذر نے اس مسئلہ میں تمام مسلمانوں کا اتفاق نقل کیا ہے،علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

فاما الاناث فللاب تزویج ابنتہ البکر الصغیرۃ التی لم تبلغ تسع سنین بغیر خلاف اذا وضعھا فی کفائۃ،قال ابن منذر:اجمع کل من تحفظ عنہ من اھل العلم ان نکاح الاب ابنتہ البکر الصغیرۃ جائز اذا زوجھا من کفء یجوز لہ ذلک مع کراھتھا وامتناعھا۔(المغنی،ج۹،ص:۲۹۸)

اسی طرح سعدی ابو جیب لکھتے ہیں:

اجمعوا علی ان انکاح الاب ابنہ الصغیر جائز ......وان اجماع المسلمین علی ان للاب ان یزوج ابنتہ الصغیرۃ۔(موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی،ج۳،ص:۱۱۸۵)

مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں نکاح کے باب میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ بالغ ہونے کے بعد نکاح کیا جائے،البتہ اس بات کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ سن بلوغ سے قبل بھی نکاح ہوسکتا ہے،مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

اسلام میں کم سنی میں لڑکے یا لڑکی کے نکاح کی ترغیب نہیں دی ہے،البتہ اس سے منع بھی نہیں کیا ہے،اور اس کی گنجائش رکھی ہے،جس کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ہے،حدیث سے بھی ہے،آثار صحابہ سے بھی ہے،اور اس امت کا اجماع واتفاق بھی ہے،نیز یہ حکم بعض مصالح پر مبنی ہے۔(مسلم پرسنل لا اور بعض

غلط فہمیاں، ص:۲۲)

مذکورہ رائے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بلوغت کے آثار ظاہر ہونے میں علاقہ صحت اور آب وہوا کا خاص اثر ہوتا ہے، ملک کے مختلف حصوں میں بلوغت کی عمر الگ الگ ہوسکتی ہے، اسی طرح جسمانی صحت کے لحاظ سے بھی اس میں فرق ہوسکتا ہے، اس تناظر میں اس بات کا امکان موجود رہے گا کہ بلوغ کی جو بھی عمر متعین کی جائے، اس عمر سے قبل ہی کچھ بچے بالغ ہوجائیں گے، اور ان میں جنسی ضرورت کا احساس پیدا ہوجائے گا۔

کم سنی کے نکاح میں مصالح کی رعایت

بسا اوقات مصلحت اسی میں ہوتی ہے کہ بچوں کے شادی سن بلوغ سے قبل کردیا جائے، لہذا اس کی گنجائش ہونی چاہیے، اگر ایک متعین عمر طے کردی جائے تو اس طرح کے بہت سے مصالح فوت ہوجائیں گے، اگر باپ یا دادا کو نظر آئے کہ بچہ کا مفاد اس میں ہے کہ اس کی شادی کم عمری میں ہی کردی جائے تو ایسا کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اگر بچوں میں اخلاقی بگاڑ کا اندیشہ ہے، اگر انہیں ۱۸ یا ۲۱ سال تک روکا گیا تو اس سے مزید اخلاقی مفاسد پیدا ہوں گے، ایسی صورت میں بہتر یہی ہوگا کہ اس کے لئے نکاح کا جائز راستہ کھول دیا جائے۔

استاذ گرامی مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ایک اور مصلحت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسی طرح بسا اوقات یہ مصلحت بھی ہوتی ہے کہ بعض دفعہ باپ لب گور ہوتا ہے، ظاہری حالت کے تحت اندیشہ ہے کہ اس کے بچوں کو یتیمی کا داغ لگنے والا ہے، اور اس کی موت کے بعد خاندان میں ایسے ذمہ دار اور دیانت دار لوگ نہیں ہیں جن سے امید رکھی جاسکے کہ وہ اس کی موت کے بعد وہ صحیح طور پر بچوں کی تربیت کرسکیں گے، اور مناسب رشتہ تلاش کرکے اس کے بے سہارا بچوں کی شادی کریں گے، ابھی بچے نابالغ ہیں، لیکن ایک موزوں رشتہ ہاتھ آرہا ہے، تو ایسی صورت میں یقیناً مصلحت یہی ہے کہ اس وقت اس کا نکاح کردیا جائے، کہ اس میں اس کے لب گور سرپرست کے لئے سکون قلب بھی ہے اور اس کے بچوں کے مستقبل کے محفوظ ہونے کی امید بھی۔ (مسلم پرسنل لا اور بعض غلط فہمیاں، ص:۲۲)

سن بلوغ سے قبل کئے گئے نکاح میں خطرات کا سد باب

سن بلوغ سے قبل نکاح کرنے کی صورت میں بعض خطرات بھی ہیں، مثلا ایک خطرہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آئندہ جب یہ بچے بالغ ہوں تب وہ ایک دوسرے کو پسند نہ کریں، اس خطرہ کا ازالہ خیار بلوغ کی صورت میں شریعت میں موجود ہے۔

اس بات کا بھی امکان ہے کہ بچوں کے ساتھ زیادتی ہوجائے، اولیاء کسی دباؤ یا لالچ میں آکر صحیح فیصلہ نہ کریں، اس ضرر کا ازالہ بھی شریعت میں موجود ہے، شریعت میں انہی اولیاء کو کم سن بچوں کے نکاح کا حق دیا گیا ہے جو اپنے غلط انتخاب سے معروف نہ ہوں، فقہ کی تعبیر میں معروف بسوء الاختیار نہ ہوں، اس کے علاوہ بعض فقہاء نے ایسے نکاح کے لئے کفو کو بھی شرط قرار دیا ہے، غالباً اسی بناء پر علامہ ابن قدامہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر نابالغ بچوں کا نکاح ان کے باپ یا دادا کررہے ہوں اور بچہ نکاح سے انکار کرے بلکہ منع کرے تب بھی اولیاء کو اس کے نکاح کی اجازت ہوگی بشرطیکہ وہ کفو میں ہو:

قال ابن منذر: اجمع كل من تحفظ عنه من اهل العلم ان نكاح الاب ابنته البكر الصغيرة جائز اذا زوجها من كفء يجوز له ذلك مع كراهتها وامتناعها۔ (المغنی، ج۹، ص:۳۹۸)

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں یہی بات لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں:

واعلم ان الشافعی واصحابه قالوا: يستحب ان لا يزوج الاب والجد البكر حتى تبلغ ويستاذنها لئلا يوقعها فى اسر الزوج وهى كارهة وهذا الذى قالوا لا يخالف حديث عائشة لان مرادهم انه لا يزوجها اذا لم تكن مصلحة ظاهرة يخاف فوتها بالتاخير كحديث

عائشة فيستحب تحصيل ذلك الزوج لان الاب مامور بمصلحة ولده فلا يفوتها۔(صحیح مسلم، ج۹،ص:۲۰۶)

ڈاکٹرعبدالکریم زیدان نے بھی اپنی مشہور کتاب المفصل فی احکام المراۃ والبیت المسلم میں یہی رجحان ظاہر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

نرجح على وجه الاستحباب ان لا يزوج الاب ابنته حتى تبلغ الا اذا وجد المبرر المقبول لتزويجها وهى صغيرة ۔(المفصل فى احكام المراة والبيت المسلم)

کم سنی کی شادی۔صرف مسلمانوں کا مسئلہ نہیں

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ کم سنی کی شادی صرف مسلمانوں میں ہوتی ہے، حالانکہ حقیقت بالکل برعکس ہے، ہندوؤں کے یہاں کم سنی کی شادی بہت زیادہ ہوتی ہے، راجستھان میں ''اکھاتیج'' کے موقع پر ہزاروں شیرخوار لڑکیوں کی شادی کی جاتی ہے، راجستھان، مدھیہ پردیش، اڑیسہ اور ہریانہ کے بعض علاقوں میں ہندو سماج میں بہت ہی کم سنی میں نکاح کا رواج ہے،۲۰۱۱ء کے ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق بارہ ملین بچوں کی شادی ۱۰ سال سے پہلے ہوئی، ان میں 84% ہندو بچے ہیں، اور 11% مسلم بچے، india Spend کے تجزیہ کے مطابق کم عمر کے لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کا تناسب ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اس طرح ہے:

ہندو لڑکے	3.56
مسلم لڑکے	0.49
ہندو لڑکیاں	6.65
مسلم لڑکیاں	0.88

www.indiaspend.com(Census of india/india Spend)

کم سنی کی شادی دیہاتوں میں زیادہ ہوتی ہے، اس لئے دیہات اور شہر دونوں کے تناسب میں خاصہ فرق پایا جاتا ہے۔

متمدن دنیا میں نکاح کی کم سے کم عمر

ہمارے یہاں جو قوانین بنائے جاتے ہیں وہ عموماً متمدن دنیا سے درآمد کئے جاتے ہیں، اس لحاظ سے اس مسئلہ میں یہ دیکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ متمدن دنیا نے اپنے ملکوں میں نکاح کے لئے کم سے کم کیا عمر متعین کی ہے؟

امریکہ پچاس ریاستوں کی یونین ہے، جس کی ہر ریاست کو اپنا عائلی قانون بنانے کا اختیار ہے، ان ریاستوں میں سے دو ریاست الاسکا اور نارتھ کیرولینا میں شادی کی کم سے کم عمر ۱۴ سال ہے، چار ریاستوں میں پندرہ سال، انیس ریاستوں میں شادی کی کم سے کم عمر سولہ سال ہے، سات ریاستوں میں سترہ سال، اور سترہ ریاستیں ایسی ہیں جہاں شادی کی کم سے کم کوئی عمر متعین نہیں ہے۔

امریکہ میں کم سنی کی شادی چند شرائط کے ساتھ مشروط ہیں، مثلاً کم سن لڑکی نے بچہ کو جنم دیا ہو، کم سن کے ماں باپ مرگئے ہوں یا معلوم نہ ہوں، لڑکی حاملہ ہوگئی ہو، والدین یا قانونی سرپرست نے اس کی اجازت دی ہو، اور یہ عدالتی اطمینان ہو کہ اس کم سن کی شادی ممکن ہے، بعض ریاستوں میں ایک دو شرط اور بعض میں اس سے زیادہ شرائط پائے جاتے ہیں۔(یہ معلومات ڈاکٹر شہزاد انجم اقبال شام، کے صغر سنی کی شادی پر عدالتی فیصلے کا جائزہ سے ماخوذ ہے، یہ مضمون الشریعہ اکادمی میں شائع ہوا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے:

https://alsharia.org/2022/apr/sighar-sani-shadi-dr-shehzad-iqbal)

امریکہ کی جن ریاستوں میں شادی کی کم از کم عمر متعین نہیں ہے وہاں بچہ کی پیدائش کے بعد کبھی بھی اس کی شادی ممکن ہے، بس اس کے لئے عدالتی اطمینان ضروری ہے۔

مشہور امریکہ تھنک ٹینک پیو(pew) کی تحقیق کے مطابق صرف ۲۰۱۴ء میں 57800 ایسے بچوں کی شادیاں ہوئیں جن کی عمر ۱۵ تا ۱۷ سال تھیں، ان میں سے 31644 کم سن بچیاں تھیں۔

ایک اور ادارہ ان چینڈ ایٹ لاسٹ (Unchained at last) جس کا مقصد جبری اور کم سنی کی شادیوں کو روکنا ہے، اس کی تحقیق کے مطابق اکیسویں صدی کی ابتدائی پندرہ سالوں میں دو لاکھ بچوں کی شادی انہی قوانین کے مطابق ہوئیں، اس دو لاکھ میں ۱۴ سال سے کم عمری کی شادیوں کی تعداد دو ہزار ہے، ۱۳ سالہ بچوں کی تعداد ۵۱ ہے، ۶ بچوں کی شادیاں ۱۲ سال میں ہوئی، ایک اور یاست میں ۱۰ سالہ بچیوں کی شادیاں ۲۴ تا ۳۱ سالہ مردوں سے ہوئیں۔

اس مسئلہ کو اگر انسانی حقوق کے تناظر میں دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ جس طرح کسی شخص کا جسمانی نظام بھوک اور پیاس کا تقاضا کرتا ہے، اور اسے غذا کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا کس تمدن میں اسے کھانا دینے سے روکا جا سکتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا جسمانی نظام نو دس سال کی عمر میں ہی صنف مخالف کا تقاضہ کرے تو اسے اپنی ضرورت پوری کرنے سے روکنا یا اسے ایک متعین عمر کا پابند بنانا کیسے روا ہو سکتا ہے۔

کم سنی کی شادی کی تعداد میں کمی

مختلف رپورٹوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ملک میں مجموعی طور پر جس طرح تعلیم کا گراف بڑھ رہا ہے، عام لوگوں میں صحت اور تعلیم کے حوالہ سے بیداری آرہی ہے، اسی طرح رفتار سے کم سنی کی شادی میں کمی واقع ہو رہی ہے، مسلمانوں میں بھی کمسنی کی شادی کا رجحان بہت کم ہوا ہے۔

شادی اور طبی نقطہ نظر

کم عمری کی شادی پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ کم عمری کی شادی کی صورت میں طبی لحاظ سے زیادہ مسائل پیش آتے ہیں، اور اکثر اوقات تولید میں پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اس اعتراض کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اول یہ کہ جسمانی نشو و نما تمام لڑکوں اور لڑکیوں میں یکساں نہیں ہوتی، موسمی حالات، غذا، ماحول اور موروثی اثرات کے تحت بلوغ کی عمر مختلف ہوتی ہے، اور جسمانی قوی اور تولید کی صلاحیت میں بھی فرق ہوتا ہے، نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۸ سال کی کم عمری ہر لڑکی کے لئے ماں بننا نقصاندہ ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۸ سال کے بعد لامحالہ ایسی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ماں بننا اس کی صحت کے لئے مضرت رساں نہ ہو، اس لئے ۱۸ سال ہی کی تعیین قابل فہم نہیں۔ (مسلم پرسنل لا اور بعض غلط فہمیاں، ص:۱۶)

ایک رپورٹ کے مطابق جلد شادی کرنے سے ۳۷ سال کی عمر میں نیند کا معیار بہتر ہوتا ہے، لیکن اگر تاخیر سے شادی ہوتی ہے تو اس عمر میں نیند کا معیار خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے جس سے بلڈ پریشر اور ہارڈ اٹیک کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

یہ بات سبھوں کے مشاہدہ میں ہے کہ جس طرح بہت جلد شادی کرنے سے رشتہ کے ٹوٹنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اسی طرح بہت دیر سے شادی کرنے سے بھی یہ خطرہ بڑھ جاتا ہے، اس لئے یہ کہنا کہ سن بلوغ سے پہلے نکاح کرنا ہر حال میں لڑکی کی صحت کے لئے نقصاندہ ہے، صحیح نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ اسلام میں بلوغ سے قبل نکاح کی اجازت ہے، جنسی تعلق قائم کرنے کے لئے لڑکی کا جسمانی لحاظ سے اس قابل ہونا ضروری ہے، اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے تو طب کے حوالہ سے جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ بڑی حد تک بے وزن ہو جاتی ہیں۔

نکاح کی عمر اور جنسی تعلق کی عمر میں فرق

اس مسئلہ میں یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ سن بلوغ سے قبل نکاح کی اجازت ہے، لیکن جنسی تعلق کو اس وقت تک کے لئے ٹالا گیا ہے جب تک لڑکی کی عمر اس قابل نہ ہو جائے، یعنی کم سنی میں نکاح تو درست ہے، مگر جنسی تعلق کی اجازت نہیں ہے، اکثر فقہاء نے جہاں تعلق قائم کرنے کی عمر نو سال بیان کی

ہے، وہیں یہ بات لکھی ہے کہ جنسی تعلق کے لئے صرف بلوغ کافی نہیں ہے بلکہ لڑکی جسمانی لحاظ سے اس قابل ہونا بھی ضروری ہے، الفتاوی الہندیۃ میں ہے:

اکثرالمشائخ علی انه لا عبرة للسن فی هذا الباب وانما العبرة للطاقة ان كانت ضخمة سمينة تطيق الرجال ولايخاف عليها المرض من ذلك كان للزوج ان يدخل بها وان لم تبلغ تسع سنين وان كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع ويخاف عليها المرض لا يحل للزوج ان يدخل بها ان كبر سنها وهو الصحيح۔(الفتاوی الهندية)

کم سنی کی شادی کا اختیار کس کو؟

کم سنی میں شادی کرنا جائز ہے، جمہور علماء کی یہی رائے ہے، البتہ نکاح کرانے کا اختیار کس کو حاصل ہوگا، اس بارے میں فقہاء کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے، احناف کے نزدیک باپ داد کے علاوہ عصبات کو بھی کم سن بچوں کے نکاح کا حق حاصل ہوگا، جبکہ امام شافعی کے نزدیک صرف باپ اور دادا کو یہ حق حاصل ہوگا۔امام مالک کے نزدیک صرف باپ کو یہ حق حاصل ہوگا، ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۹ ص:۶۶۸۵)

سن بلوغ سے قبل کئے گئے نکاح میں خیار بلوغ کا حق

یہاں دوسری بحث یہ بھی ہے کہ کم سنی میں نکاح ہونے کی صورت میں بالغ ہونے کے بعد انہیں خیار بلوغ کا حق حاصل ہوگا، خیار بلوغ کا حق اس لئے ہے کہ اگر وہ اپنے اولیاء کے فیصلہ سے متفق نہ ہوں تو وہ اس رشتہ کو ختم کردیں۔

خیار بلوغ کے بارے میں فقہاء کی آراء میں بھی قدرے اختلاف ہے، فقہائے احناف کے نزدیک باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح لازم ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ سوء الاختیار سے معروف نہ ہوں، البتہ باپ اور دادا کے علاوہ دیگر عصبات کے ذریعہ نکاح ہوا ہے تو ایسی صورت میں بالغ ہونے کے بعد خیار کا حق حاصل ہوگا۔

باپ داد کو ولایت کا حق کب ملتا ہے؟

فقہاء نے یہ تفصیلات بھی بیان کی ہیں کہ باپ اور دادا کو کم سن کی شادی کے حوالے سے جو ولایت حاصل ہوتی ہے اس کی شرطیں کیا کیا ہیں، شیخ ابوزہرہ مصری نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے کہ ولایت اجبار کے ثبوت کی بنیادیں کیا ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ ولایت اجبار کی دو بنیادیں ہیں، اول شفقت جو مولی علیہ یعنی بچہ کی مصلحت کا خیال رکھنے پر مجبور کرے، اور دوسری بنیاد حسن راء یعنی زیادہ بہتر کا انتخاب کرنا ہے(الاحوال الشخصیۃ، ص:۱۱۸)

فقہائے احناف کے نزدیک ولایت اجبار کے تین مراتب ہیں:

۱۔اول باپ اور دادا، باپ اور دادا میں شفقت سب سے زیادہ پائی جاتی ہے، لہذا اگر یہ دونوں معروف بسوء الاختیار نہ ہوں، پاگل اور فاسق نہ ہوں، تو ان کا کیا ہوا نکاح لازم ہوگا۔

۲۔باپ اور داد معروف بسوء الاختیار ہوں، یا فاسق ہوں، ایسی صورت میں ان کا کیا ہوا نکاح اسی وقت لازم ہوگا جب کہ انہوں نے کفو میں نکاح کیا ہو، اور مہر مثل کی صورت میں مہر طے کیا ہو۔

۳۔باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے عصبات نے نکاح کیا ہے، تو چونکہ ان میں شفقت پوری نہیں پائی جاتی ہے، لہذا اگر کفو ہے اور مہر مثل طے پایا ہے تبھی ان کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا۔

امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے نابالغ بچوں کی شادی میں کفو اور مہر مثل کو شرط قرار دیا ہے، یعنی اگر باپ اور دادا بھی ان دونوں باتوں کی رعایت نہیں کریں گے تو ان کا کیا ہوا نکاح درست نہیں ہوگا۔کیونکہ ولایت مصلحت کی بنیاد ہے، اور غیر کفو میں کرنا بچہ کے مفاد کے خلاف ہے۔

امام شافعی نے بھی بچوں کی شادی میں مصلحت کو ضروری قرار دیا ہے، ان کے نزدیک بچوں کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح کرانے کی سات شرطیں ہیں خواہ بچہ نابالغ ہو یا بالغ، ان میں سے چند شرائط اس طرح ہیں:

۱۔ والدین اور بچہ کے درمیان کوئی ظاہری عداوت نہ ہو۔

۲۔ بچہ کی شادی کفو میں کرائی جا رہی ہو۔

۳۔ نکاح مہر مثل کے ساتھ ہو رہا ہو۔

۴۔ ایسے آدمی سے نکاح نہ کرائے جو مہر ادا کرنے سے قاصر ہو۔

۵۔ ایسے آدمی سے نکاح نہ کرائے جس کے ساتھ رہنا اس کے لئے پریشانی کا سبب ہو، مثلا اندھا یا بوڑھا آدمی۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۹، ص:۶۶۸۵)

ان تفصیلات سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ اسلام میں کم سنی میں نکاح کی اجازت ہے، یعنی گنجائش ہے، اس کی ترغیب نہیں دی گئی ہے، بلکہ سن بلوغ کی عمر کو پہونچنے کے بعد نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ بسا اوقات مصالح اس کے متقاضی ہوتے ہیں کہ کم سنی میں نکاح کیا جائے، شریعت میں اس کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

۳۔ بہتر ہے کہ نکاح بالغ ہونے کے بعد ہی کیا جائے۔

۴۔ کم سنی کے نکاح میں جو خطرات اور اندیشے پائے جاتے ہیں، شریعت میں ان دور کرنے کا مکمل نظام موجود ہے۔

الغرض کم سنی میں نکاح کی اجازت عین فطرت کے مطابق ہے۔